{6} سرمہ اور قبض کشا کو دھونی اور تیل کے مالش پر قیاس کیا جائے گا۔ان تمام میں مشترکہ صفت یہ ہے کہ ان سے جسم کو غذائیت نہیں ملتی اور معدہ میں جا کر خون نہیں بنتا۔

''کبھی ایک فرعی چیز کو دو مختلف اصلوں سے نسبت ہوتی ہے' تو اس کا الحاق دونوں میں سے نسبتاً مشابہ صفت سے کیا جاتا ہے۔''

[انتهى ملخصاً من مجموع فتاوىٰ شيخ الاسلامؒ ۲۵/ ۲۳۳۔ ۲۴۷]

[6] سرمہ، دھونی اور تیل وغیرہ کی مالش سے صرف متعلقہ اعضاء کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔اس کے برعکس انجکشن میں شامل پانی خون میں مل کر سارے جسم میں پھیل جاتا ہے۔

''انجکشن'' ایک فرعی چیز ہے، جس کو دو مختلف اصلوں: ''مالش کرنے'' اور ''پینے'' سے نسبت ہے۔پس خون میں شامل ہوکر سارے بدن میں پھیل جانے کی مشابہ صفت کی بنیاد پر رگ والے انجکشن کا ''پینے'' سے الحاق زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم

الغرض: رگوں میں دیا جانے ولا ہر انجکشن پانی پینے سے گہری مشابہت کی وجہ سے ناقض روزہ ہے۔واللہ اعلم

رگوں کے انجکشن کو ناقض روزہ قرار دینے کے فتاویٰ ملاحظہ فرمائیں: (۱)[فتاوىٰ ورسائل محمد بن ابراهيم آل الشيخؒ مفتي المملكة العربية السعودية و رئيس القضاة والشئون الاسلامية ط: مكة ۱۴۸/۴]

(۲) [محلة مجمع الفقه الاسلامي عدد: ۱۰ "مفطرات الصيام في ضوء المستجدات الطبية"]

شرعی رعایت کے باوجود قیاسی فتاویٰ کے ذریعے مریض کو دورانِ روزہ انجکشن جاری رکھوانا احتیاط کے بھی خلاف ہے ''دع ما يريبك الى ما لا يريبك '' [بخاری، بیوع باب۳ تعليقاً، ترمذی صفة القيامة وقال:حسن صحيح]

شریان اور ورید

''شریان'' انسانی جسم میں نرم و لچکدار نالیاں ہیں، جو آکسیجن سے بھرپور تازہ خون دل سے لے کر جاتا ہے اور جسم کے چپے چپے میں پہنچا کر اسے تازگی اور قوت عطا کرتا ہے۔پھر یہ استعمال شدہ خون ''ورید'' نامی رگوں کے ذریعے دوبارہ صفائی کے لیے دل میں واپس آتا ہے، جو اسے گردوں کی طرف صفائی کے لیے بھیج دیتا ہے۔یہ صاف ہوکر دل میں لوٹتا ہے...... یہ سلسلہ جب تک جاری رہے، انسان زندگی سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔﴿ فسبحان الله احسن الخالقين﴾

عندلیب منبر مولانا محمد حسن اثری رحمہ اللہ

1933ء ---------------------------- 2003ء

مولانا محمد حسن اثری ۔ رحمہ اللہ ۔ جامعہ دارالعلوم کی زندگی میں مولانا کریم بخشؒ، حاجی خلیل الرحمٰن اور مفتی اعظم مولانا عبدالقادرؒ کی یادگار اور نقوش سلف کے سربستہ راز اور معلومات کی کنجی تھے۔

نام ونسب اور تاریخ پیدائش: آپ کا نام محمد حسن اور لقب اثری ہے۔ محمد حسن اثری بن عبداللہ بن عبدالغنی' گوندکورو بلتستان میں اپنے بقول 1933ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آپ طلب علم کیلئے 12 برس کی عمر میں 1945 میں دارالعلوم غواڑی تشریف لائے تو 1974ء سے قبل کے دستور مطابق مولانا محمد موسیٰ ومولانا عطاء اللہ پسران عبداللہ بن میر کے گھر ٹھیرے۔ یہاں ان کی اور راقم کی عظیم ماں نے ماما کا سلوک کیا بلکہ حضرت ممدوح کو تیسرے بیٹے کا درجہ دیا۔ اثری مرحوم موصوفہ کو ماں کہہ کر پکارتے تھے یہ رشتہ اتنا مضبوط تھا کہ جب آپ کراچی جانے لگے تو یہ عظیم خاتون فراق میں سسکیاں لے کر رونے لگی۔ اس عارضی جدائی کے باجود یہ رشتہ روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔ مولانا اثری فرمایا کرتے تھے کہ انہیں اس ادارے میں شروع سے آخر تک بڑے صاحب عزیمت بزرگوں کی صحبت وبرکات فیضیاب ہونے کا شرف حاصل رہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تنگی وترشی کے ایام میں ثابت قدمی کے ساتھ اکتساب علم کی توفیق بخشی۔

ایک دفعہ دارالعلوم سے جمعۃ المبارک کی ادائیگی کے لیے جامع مسجد چھوغو گرونگ چل دیا۔ محلّہ زنگی پا پہنچ کر راستے میں دیسی کھڑاؤں کا تسمہ برف میں بھیگ کر پھٹ گیا تو اسے ہاتھوں میں لے کر واپس دارالعلوم چلا آیا۔

یہاں آپ کے استاد مولانا کریم بخش رحمہ اللہ تھے۔ مولانا عبدالمنان کریسی سے بھی خوشہ چینی کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے بعد مزید حصول علم کیلئے 1956ء میں آپ کے ساتھیوں شیخ الحدیث مولانا ثناء اللہ سالک حفظہ اللہ، مولانا عبدالرحمٰن خلیق مرحوم اور مولانا عبدالرؤف سرمیکی حفظہ اللہ کے ہمراہ براستہ دیوسائی پیدل سفر طے کر کے 13 یوم میں مظفر آباد پہنچے۔ توشہ ختم ہونے پر مزدوری کی۔ پھر کراچی جا کر بحر العلوم السعودیہ میں داخلہ لیا مگر دو سال بعد پھر وطن مالوف لوٹ آ کر دوبارہ دارالعلوم سے منسلک ہو گئے۔ اور یوگو میں مفتی عبدالقادر سے پانچ سال تک اکتساب علم کرتے رہے

اس طرح پرانے علماء میں ان کو اعزاز حاصل ہے کہ دارالعلوم میں تعلیم کا آغاز کیا اور یہیں سے فارغ التحصیل ہو گئے اور یہیں آخر دم تک خدمت کا شرف حاصل کیا۔ خود مولانا صاحب کو اس پر بجا طور پر فخر تھا۔

رشتہ ازدواج: آپ نے دو شادیاں کیں۔ کورو گوند کی اہلیہ سے صاحبزادہ فیض اللہ اور ایک لڑکی ہوئی۔ 75-1974ء میں رفیقہ حیات داغ مفارقت دے گئی تو غواڑی محلّہ ملاعبدل پا سے محترمہ آمنہ دختر ابراہیم سے شادی کی جن سے برخودار سیف اللہ (ڈسپنسر) حمید اللہ (طالب علم جامعہ الامام ریاض) اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ الحمد للہ سب پر دین کا رنگ نمایاں ہے۔ دوسری بیگم کی اکثر اولاد دارالعلوم غواڑی کی فارغ التحصیل ہے۔

1979ء تک قناعت پسندی کے باوجود معیشت مستحکم نہ تھی، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مملکت عربیہ سعودیہ کے دارالافتاء سے آپ کا تعاقد ہوا تو معاشی حالت درست ہوگئی۔ اور وفات سے چند سال پیشتر آپ ریٹائر ہوئے، لیکن دوسری جگہوں سے پھر تعاقد ہوا اور ''**تعاقد ثم تعاقد**'' کے مصداق ہوئے۔ ﴿**ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب**﴾ اور ﴿**ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ**﴾ کی عملی تفسیر سامنے آگئی۔ اور آپ کی معاشی حالت میں کمی نہیں آئی۔ **فللہ الحمد والمنۃ**

مولانا صاحب جب غواڑی تشریف لائے غواڑی کے ہی ہو کر رہ گئے۔ 1970 سے کچھ عرصہ اہل خانہ سمیت دارالعلوم کے ایک تنگ کمرے میں تشریف فرما رہے، مگر زاویے کے لحاظ سے تنگ یہ کمرہ مکین کی سلیقہ مندی اور حسن تدبیر کی وجہ سے کھلا محسوس ہوتا تھا۔ یہ کمرہ بیک وقت سٹور بھی تھا' کچن بھی تھا' بیڈ روم بھی تھا اور ذاتی و جماعتی مہمانوں کیلئے مہمان خانہ بھی...... گویا یہ ایک کوزہ تھا جس میں دریا بند تھا۔ پھر 1982ء میں گربی کھور میں گھر بار بنایا اور یہیں آپ نے وفات پائی۔

جماعتی خدمات: [۱] مولانا موصوف کے افادات کے مطابق دور طالب علم ہی سے انتظامی امور میں اپنے اساتذہ کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ حاجی خلیل الرحمن مرحوم کے دست راست تھے۔ رفتہ رفتہ حاجی مرحوم کی آخری عمر میں ان کے محرم راز بھی بن گئے۔ آپ نجی محفلوں میں شاکیانہ انداز میں فرمایا کرتے تھے کہ'' دارالعلوم کو چمکانے میں حاجی مرحوم کا غیر معمولی کردار شامل ہے، مگر لوگ چڑھتے سورج کے پجاری ہیں، مرنے والوں کی قدر نہیں کرتے۔''

[۲] مولانا مفتی عبد القادر ابراہیمؒ کے گویا پرسنل سیکرٹری تھے۔ کاغذات کی ساری ترتیب آپ کے ذمہ تھی۔

مولانا مفتی کریم بخش کے بعد مولانا عبدالقادرؒ کی ہمراہی نے آپ کو قضاء وافتاء کے امور میں مہمیز کر دیا تھا۔ یہ تجربات بعد میں قاضی ومفتی بننے پر خوب کام آئے۔

[۳] فراغت تحصیل کے بعد آپ ادارۂ ہذا میں باقاعدہ تدریس کے علاوہ 1976ء تک طلباء کی نگرانی (اشراف) بھی کرتے تھے۔ استاد مولانا عبدالرشید صدیقی رقمطراز ہیں: ''مولانا صاحب کو مدرسے میں بڑا متحرک اور چاق وچوبند دیکھا۔ چھریرا' چھوٹا قد' سانولا رنگ' چمکدار آنکھیں' نوکیلی ناک' شرعی بال' کالی درمیانی داڑھی' بڑا اور گول سر' قراقلی ٹوپی پہنے صاف اور اجلے کپڑے زیب تن کئے ہوئے نوجوان کے متعلق بتایا گیا کہ یہ مولانا محمد حسن اثری ہے۔ دارالعلوم میں نگران اور استاد بھی' گویا داخلی طور پر مدرسے کا روح رواں تھا، کبھی ہاتھ میں مولا بخش دیکھا جاتا اور گرجدار آواز میں تادیبی کارروائی کرتے دیکھتا تو دل دہل جاتا' یا اللہ اس مولانا کے ہاتھوں کتنی بار پٹائی کے مرحلے سے گزرنا پڑے گا۔ بہرحال اجنبیت کی وجہ سے جو خدشات جنم لے رہے تھے واسطہ پڑنے پر اصلیت آشکارا ہونے لگی کہ بڑے ہی ہمدرد اور مخلص مربی تھے۔ چھوٹوں کو بڑا بنانے کا گر آتا تھا جو بڑے لوگوں کی نشانی ہے۔'' [التراث: ش/12]

[۴] بعہد ناظم حاجی خلیل الرحمٰن مرحوم 1978ء تک لائبریرین کے طور پر اضافی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

[۵] مولانا موصوف 1960ء سے ''انجمن اسلامیہ بلتستان'' کا دم توڑنے تک سیکرٹیری کے طور پر کام کرتے رہے۔ اس کے زیر انتظام بلتستان کے ہر گاؤں اور قصبے میں باری باری سالانہ جلسہ منعقد ہوا کرتا تھا۔ جن میں نوربخشیہ اور شیعہ برادری کے سامعین بھی شریک ہوتے اور علماء کی تقاریر سے خوب استفادہ کرتے۔ بندہ کا مشاہدہ ہے کہ لوگ عش عش کر اٹھتے تھے۔

[۶] آپ کبھی معاون قاضی اور کبھی شرعی بورڈ میں بطور ممبر کام کرتے رہے۔ آخری سالوں میں آپ حالیہ مفتی بلال احمد حفظہ اللہ کے ساتھ قاضی مساعد کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اب یہ کام مولانا کریم بخش کے نوجوان نواسے اور مولانا محمد سلیم عبدالحکیم فاضل مدینہ یونیورسٹی بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں۔

[۷] 1991ء میں آپ نائب مدیر عام منتخب کیئے گیئے اسی منصب پر تادم آخر فائز رہے۔ آپ نے اس موقع پر کہا کہ یہ کام تو پہلے بھی کر رہا تھا، نام ابھی ملا ہے۔

[۸] ''انجمن اسلامیہ بلتستان'' کی بساط لپیٹے جانے کے بعد کچھ عرصہ آپ ''جمعیت اہلحدیث بلتستان'' کے شعبہ دعوت وتبلیغ کے مدیر رہے جس پر آپ کو بڑا احساس تھا۔ اور اس شعبے کے زیر اہتمام مختلف علاقوں میں یک روزہ دعوتی

کانفرنس منعقد ہوتی ۔جس کا اس پر اٹھنے والے اخراجات سے زیادہ دعوتی وتبلیغی فائدہ حاصل ہوتا۔مگر اب تک بندہ اس مخمصے کا شکار ہے کہ قحط الرجال ، وسائل سے محروم اور افلاس وغربت کے اس دور میں بڑے تزک واحتشام سے دعوت وتبلیغ کا کام ہوتا تھا۔لیکن اب جبکہ معاشی عسرت کی کایا پلٹ گئی ہے' ہر دوسرے گھر میں عالم اور حافظ ہے۔تو دعوت وتبلیغ کی گاڑی کیوں رک گئی ؟؟ یہ سوالیہ نشان اب تک موجود ہے ۔کیا کوئی سید ابو الحسن کریسی ہے جو اس جام گاڑی کی اوور ہالنگ کر کے پھر سے شاہراہ دعوت پر فراٹے بھرائے ؟

[۹] درس وتدریس آپ کا اہم ترین مشغلہ تھا' پہلوی زبان کے جوہر شناس تھے ۔1970ء کے اوائل تک درس نظامی میں فارسی کی ادبی واخلاقی منظوم کتابیں جیسے گلستان' بوستان' پند نامہ اور کریما مقرر تھیں ۔آپ نہایت شستہ اور سلیس انداز میں پڑھاتے اور فارسی اشعار ترنم کے ساتھ سناتے تھے ۔فارسی کا فہم رکھنے والے سامعین کا وجد میں آنا تو قابل فہم ہوتا مگر نہ سمجھنے والے بھی جھوم اٹھتے تھے ۔فیا للعجب العجاب!!

[۱۰] مرکز اسلامی کے قیام سے پہلے 1980ء سے 1982ء تک سکردو میں تعلیم وتبلیغ اور تربیت پر مشتمل خدمات سرانجام دیں۔

[۱۱] 2001ء تا 2002ء کلیۃ البنات دار العلوم میں شیخ الحدیث کے مسند پر فائز رہے' اس کے بعد طبیعت میں ابتدائی ناسازی شروع ہوئی تو آپ آرام فرمانے لگے۔

مولانا مرحوم کی امتیازی خصوصیات:

مولانا مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے ۔جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

ا۔**دعوت وارشاد میں اثر آفرینی:** آپ مسلک اہلحدیث بلتستان کے ایک نامور' قادر الکلام خطیب اور واعظ تھے مقامی زبان بلتی پر آپ کو خوب دسترس حاصل تھا۔اپنے مدّعا اور مافی الضمیر کی ادائیگی کیلئے تراشیدہ پتھر کی طرح کلاسیکل بلتی الفاظ وجملے استعمال کرتے تھے۔

1980ء کی دہائی میں مدینہ یونیورسٹی سے شیخ عبدالکریم مراد بلوچی کی زیر قیادت ایک وفد دار العلوم بلتستان پہنچا تو ان سے کورو میں مولانا اثری کا تعارف اس طرح کیا گیا کہ آپ کو میدان خطابت میں وہی حیثیت حاصل ہے جس طرح عالم عرب میں علامہ عبدالحمید کشک کو حاصل ہے یعنی ''کشک بلتستان'' بلتی زبان میں مخصوص ترنم واسلوب

میں وعظ اور خطابت کرتے کہ لوگ آپ کا خطاب سننے کیلئے دور دراز سے جوق در جوق آتے اور حیرت واستعجاب کا عالم میں ڈوب کر ہمہ تن گوش ہوتے۔ پرانے حضرات اگر آپ کو نہ دیکھتے تو نئے خطباء ومقررین کو خاطر میں نہ لاتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی شرکت دعوتی پروگرام کی کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی تھی۔

آپ کے مواعظ وخطب سے متأثر ہوکر بہت سے حق وصداقت کے پیاسوں اور توحید وسنت کے جویاؤں نے سلفیت اختیار کی، راقم نے کریس کے ایک سادہ لوح نو اہلحدیث محمد اسماعیل سلفی سے پوچھا کہ آپ کے محلے میں ایک فرد بھی نہ ہونے کے باوجود کس چیز نے آپ کو مسلک اہلحدیث قبول کرنے پر آمادہ کیا؟ تو ان کا کہنا تھا کہ ایک دفعہ موضع کریس میں اہلحدیث کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مولانا محمد حسن اثری صاحب اور مولانا ثناء اللہ سالک وغیرہ نے اہلحدیث مسلک کی حقانیت پر قرآن کریم اور فرمان رسول اللہ ﷺ سے خوب آیات واحادیث پیش کئے۔ اسی سے متأثر ہوکر مسلک اہلحدیث قبول کیا۔

آپ آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور فارسی اشعار کے ذریعے اپنا مدّ عا مدلل بنا کر پیش کرتے تھے۔ عموماً آپ کا موضوع سخن ترغیب وترہیب اور خوف آخرت ہوتا تھا۔

ایک دفعہ ایک محلے میں خوف آخرت کے موضوع پر وعظ فرما رہے تھے کہ واقفان حال کے مطابق ضمناً نافرمانوں کیلئے جہنم جیسی کربناک تذکرہ فرمایا تو ایک حضرت اپنے دونوں پیر ستون سے ٹکا کر زور دیتے، ہاتھوں سے انکار کرتے ہوئے اپنے مخصوص لہجے میں چلانے لگا اللہ کی قسم میں تو جہنم نہیں جاؤں گا تم جاؤ مشکل سے لوگوں نے اسے سمجھایا کہ یہ ایک عمومی سی بات ہے۔ آپ کو مولانا نے جہنم جانے کا کبھی نہیں کہا ہے۔ بالآخر وہ مان گئے۔

راقم کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب آپ آیات واحادیث وعدووعید سناتے تو بزرگوں اور خواتین کی سسکیاں بلند ہوتیں، پھوٹ پھوٹ کر روتیں۔ مگر مرور زمانہ کے ساتھ قلوب انسانی سخت سے سخت تر ہوتے چلے گئے۔ عموما آپ کی زبان پر یہ محاورہ یا شعر ہوتا تھا:

مقام عابدی اور مقام عاشقی اور نیز ے
تفاوت راہ از کجا تا بکجا۔

پہلوی زبان کے اس مناجات سے بار بار موضوع کو زینت دیتے تھے

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب | گبروتر سا وظیفہ خورداری
دوستاں را کجا کنی محروم | تو کہ با دشمناں نظر داری

لگتا ہے موصوف پنجاب میں جنم لیتے تو وکیل صحابہ مولانا عبدالحفیظ فیصل آبادی حفظہ اللہ اور خطیب پاکستان مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ سے پیچھے نہ ہوتے۔ مگر سرزمین بلتستان نے ایسا نہیں ہونے دیا۔

آج ان پرانے علماء کا طرز بیان یکلخت متروک کردیا گیا اور مترنم اسلوب کی جگہ سادہ انداز نے لی ہے۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔

۲۔ علمی شہ پاروں کا استعمال: آپ اپنے خطابات میں لطیف علمی نکات سے سامعین کو محظوظ کرتے تھے، خصوصا علماء کرام کیلئے تو یہ چیزیں بڑی قیمتی ثابت ہوتی ہیں۔ مثلاً آپ نے ایک دفعہ کہا کہ:

مشرکین غیراللہ کا وسیلہ اسی عذر سے مانگتے ہیں کہ ہم لوگ گنہگار ہیں کہ ڈائریکٹ اللہ سے اپنا مطلب نہیں مانگ سکتے کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہیں۔ لہذا اولیاء کے ذریعے مانگتے ہیں۔ ان سے الزاماً کہا جائے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے اتنے دور ہوئے ہیں تو اولیاء اللہ سے کیسے قریب ہوگئے۔ جو اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے وہ اولیاء سے بھی دور ہوں گے۔ کیا کوئی ولی اللہ سے دور لوگوں کو اپنا دوست بنائے گا؟

طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے کہ عزیز طلباء خلوص دل سے علم حاصل کرو اگر اس نیت سے پڑھو گے تو دنیا خود بخود آپ کے پیچھے آئے گی جس طرح آپ گائے خریدلیں گے تو دودھ کے علاوہ بال گوبر و دیگر فوائد اضافی طور پر حاصل ہی ہوں گے۔ صرف دنیاوی غرض کیلئے علم دین حاصل کرنا خلوص کے منافی ہوگا۔

راقم کو ایک دفعہ یوں نصیحت فرمائی کہ بیٹا! تہجد پابندی کے ساتھ پڑھا کر اس سے چہرے کی رونق میں اضافہ ہوگا۔ غالباً اس حوالے سے مدرج المتن کی ایک مثال بھی ہے "من کثرت صلاته بالليل حسن وجهه بالنهار" [رواه ابن ماجه]

آپ تاریخی وستاویزات کے بڑے قدردان تھے۔ مولانا کریم بخش سے حاجی خلیل الرحمٰن مرحوم کے آخری عہد تک ضروری کاغذات اور تحریریں آپ نے سبھ رکھیں۔ اور اسی ریکارڈ سے ضرورتمندوں نے فائدہ اٹھایا۔ آپ نے 1962ء تک کے تمام فتاوی قلمبند کیئے جو آج تک محفوظ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے بعد صادر ہونے والے فتاوے بھی یکجا کیئے جائیں! جمعیت اہلحدیث بلتستان اس کا اہتمام کرے!

۳۔ جذبہ خدمت دین:

عموماً آپ محفلوں میں فرمایا کرتے تھے کہ ''ہم دعا کرتے تھے کہ اے اللہ خدمت دین کے اتنے مواقع عطا فرما کہ سر اوپر اٹھانے کی بھی فرصت نہ ملے۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جس پڑ خوش ہو اس سے لامحدود کام لیتے ہیں۔ ایک دفعہ فرمایا کہ ہم خادمان دین قرآن وسنت کے سٹور مین ہیں۔

عموماً آپ کو شکایت رہتی تھی کہ آج کے لوگوں میں بے لوث خدمت دین کا جذبہ مفقود ہے۔ آپ ایسے حضرات سے والہانہ انداز میں گفتگو کرتے جو مسلکی تاریخ اور علمائے سلف کے ریکارڈ وغیرہ سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ اور خوب معلومات دیتے تھے۔ مگر صد حیف کہ معلومات ودانش کے اس بحر ذخار سے کما حقہ فائدہ نہ اٹھایا جاسکا۔ احساس بھی اس وقت ہی ہوتا ہے جب تیر کمان سے نکل چکا ہوتا ہے۔ اب پچھتائے کیا ہوئے جب چڑیا چگ گئیں کھیت۔

قناعت پسندی: قناعت پسندی موصوف کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ کام کا آغاز 05 روپے مشاہرہ سے کیا۔ اور اس پر شاکر وقانع بھی رہتے تھے۔

۴۔ مولانا کا ایک طرۂ امتیاز دیگر اسلامی مکاتب فکر سے بہتر روابط تھا۔ ہر ایک کے دل میں آپ کیلئے محبت واپنائیت تھی۔ اور خوب ملنسار اور متحمل مزاج صفات کے مالک تھے۔ یہ ایسی صفات ہیں جو ایک مرشد ومربی' استاد وواعظ' داعی ومبلغ کیلئے بحکم قرآن کریم وحدیث نبوی لو چلنے والے موسم میں ٹھنڈے پانی اور ٹھنڈے سایہ سے بھی زیادہ اہم ہے اور ان صفات جلیلہ کو حاصل کرنے کیلئے خوب مجاہدے کی ضرورت پڑتی ہے۔

۵۔ اہل بیت عظام کے فیصلوں سے خصوصی لگاؤ اور شغف: اہل بیت نبوی سے بلا افراط وتفریط محبت وعقیدت ہر مسلمان کا ایمان اور عقیدہ ہے۔ ہمارے ممدوح کا بھی یہی حال تھا۔ ایک آدمی سے کسی نے اہلحدیث مسلک اختیار کرنے کے بعد سوال کیا کہ آپ اپنے سابقہ مذہب میں کٹر ہونے کے باوصف اہلحدیث مسلک کی طرف کیسے راغب ہوا؟ انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ میرے اور فلان کے درمیان زمین کا تنازعہ ہوا۔ وہ مدّعی تھا اور بندہ وغیرہ مدعیٰ علیہ، میرے ہم مسلک مدّعی نے اپنے مسلک کے فلان مفتی صاحب کو لایا اور میں نے مولانا محمد حسن اثری اور مولانا عبدالواحد صاحب کو منتخب کیا۔ میرے مخالف کے منتخب مفتی صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ صرف مدعی سے بیان لیا ہم سے بیان لینے کی زحمت نہیں کی۔ اور مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ لیکن دونوں فریق ایک جگہ بیٹھ گئے وہاں پر بھی فلان مفتی نے بہت لفاظی کی مگر مولانا عبدالواحد وغیرہ نے عربی گرائمر کی رو سے ان کی کوئی چال چلنے نہ دی اور دونوں کا اتفاق اس